ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب

عباسی دور کی انفرادی بنک کاری پر ایک نظر

عباسی عہد خلافت تہذیب و تمدن کے فروغ، علوم و فنون کی اشاعت اور انتظامی و اقتصادی اداروں کی توسیع و ترقی کے لئے معروف ہے۔ انفرادی بنک کاری کو ان اقتصادی اداروں میں ایک خاص مقام حاصل ہے جنہیں اس دور میں ترقی ملی، اسلامی بنکنگ کے نشو و نما میں ادارہ بیت المال کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے قطع نظر (جو ایک مستقل مضمون کا طالب ہے) انفرادی بنک کاری کی سرگرمیوں کو جن میں تاجر اور صراف کلیدی رول ادا کرتے تھے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ عباسی دور کی انفرادی بنک کاری (جس میں یہودی و عیسائی تاجروں و صرافوں کو زیادہ دخل تھا) اسلام کے اپنے بنکنگ نظام سے پورے طور پر میل نہیں کھاتی۔ لیکن فی نفسہٖ بنکنگ نظام کو وسعت و ترقی دینے میں اس بنک کاری کی جو خدمات ہیں وہ اپنی جگہ پر مسلم اور لائق توجہ ہیں۔ یہ کہنا شاید مبالغہ آرائی ہوگا کہ اس وقت انفرادی بنک کاروں نے عہد جدید کے طرز پر باقاعدہ کوئی بنکنگ نظام تشکیل دیا تھا۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ معاصر حالات کی مناسبت سے وہ قریب قریب وہی امور انجام دے رہے تھے۔ جو اس دور میں بنک یا بنکنگ اداروں کے ذریعہ پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ اس لئے ان کا دائرہ کار کا جائزہ لینا اور ان کی بنکنگ خدمات پر روشنی ڈالنا اہمیت اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

عباسی دور کی ابتدا میں انفرادی بنک کاری کا دائرۂ عمل سکوں کی تشخیص، ان کی قیمت کا تعین اور ان کے تبادلہ تک محدود تھا۔ مختلف النوع سکوں کے چلن اور ان کے شرح تبادلہ میں اختلاف[1] کی وجہ سے ان لوگوں کی سرگرمیوں میں لازماً اضافہ ہوا۔ جو سکوں کی تشخیص و تعیین اور ان کے تبادلہ کے عمل میں مہارت

رکھتے تھے۔ یہ ماہرین نقود اصلاً تجارتی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ان کے لئے صراف، ناقد و جہبند کی اصطلاحیں[1] رائج تھیں۔ سکوں کی مہارت رکھنے والا یہ طبقہ خالص عباسی دور کی پیداوار نہ تھا۔ لیکن اس دور میں انتظامی تبدیلیوں اور عوام کی ضروریات نے ان کے کاموں کو وسعت بخشی اور ان کی قدر و قیمت کو بڑھا دیا یہاں تک کہ سکوں کی چھان بین اور ان کے تبادلہ سے آگے بڑھ کر رقوم جمع کرنا، قرض فراہم کرنا اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو نقود منتقل کرنا ان کی مصروفیات کے مختلف اجزاء بن گئے۔ اس طرح اس طبقہ کے دائرہ کار میں وہ امور بھی شامل ہو گئے جنہیں بجا طور پر بنکنگ اعمال کے مترادف قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور جن کے انجام دینے والوں کے لئے بنک کی اصطلاح استعمال کرنا بھی غلط نہ ہوگا۔

عباسی دور میں انفرادی بنک کار کے مفہوم میں جس اصطلاح کو سب سے زیادہ رواج ملا وہ "جہبند" (جمع جہابذہ) ہے۔ یہ فارسی لفظ "کہبند" کا معرب ہے جس کے معنی ہیں کھرے و کھوٹے سکوں میں تمیز کرنے والا یا سکوں کی تشخیص و تعین قیمت کی مہارت رکھنے والا[1]۔ ساسانی دور حکومت میں کہبند شعبہ خراج کے انچارج یا سکرٹری کی حیثیت سے مقرر کیے جاتے تھے[2]۔

امیہ دور میں محاصل کے شعبہ میں جہبند کی تقرری کی بعض مثالیں ملتی ہیں[3]۔

عباسی خلافت کے دوران صوبائی حکومت خراج کی تحصیل میں ان سے مدد لیتی تھی۔ اور زوال کے زمانہ میں جب ایک متعین اور یکمشت رقم کے عوض ٹھیکہ پر خراج کی وصول یابی کا طریقہ رائج ہوا تو حکومت نے ان سے اس طریقہ کے تحت تحصیل خراج کا مجھوتہ کرنا شروع کیا[4]۔ ان سب کے ساتھ عباسی عہد میں جہابذ انفرادی بنک کار کی حیثیت سے زیادہ نمایاں ہوئے جیسا کہ آنے والی تفصیلات سے واضح ہوگا۔

عباسی دور کی انفرادی بنک کاری تین اہم خانوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔

(ا) لوگوں کی رقمیں جمع کرنا (ب) قرض کے طور پر مالی فنڈ فراہم کرنا (ج) ایک مقام سے دوسرے مقام ارسال زر کا اہتمام کرنا۔ ہمارے روایتی مآخذ میں جو بالعموم حکومت اور اہل حکومت سے متعلق واقعات پر روشنی

---

[1] مجد الدین شیرازی، القاموس المحیط، دمشق ۱۹۵۴ء، جلد اول ص ۲۶۹، محمد مرتضی الزبیدی، تاج العروس بیروت ۱۹۶۲ء، المجلد الثانی ص ۵۵، سعید الخوری، الشرتونی، اقرب الموارد بیروت ۱۸۸۹ء، الجزء الاول ص ۱۴۴

[2] ابن رستہ، الاعلاق النفیسہ، لیدن ۱۸۹۳ء ص ۱۹۶ [3] محمد بن عبدوس الجہشیاری، کتاب الوزراء والکتاب، قاہرہ ۱۹۳۸ء ص ۱

[4] السابق ص ۱۹۲، ۱۹۸، الجہشیاری ص ۷۹، القمی، تاریخ قم، تہران ۱۳۵۳ھ ص ۱۴۹، عبدالعزیز دوری، تاریخ العراق الاقتصادی فی القرن الرابع الہجری بغداد ۱۹۴۸ء ص ۱۶۱، ۱۶۹

ڈالتے ہیں۔ عام اصحابِ ثروت کی جانب سے جہبند یا انفرادی بنک کاروں کے پاس نقد رقوم جمع کرنے کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ لیکن ان میں اس کے کافی شواہد موجود ہیں کہ عام تحفظ کے نقطۂ نظر سے یا حکومت کے ضبط اموال کے قانون (مصادرہ)[1] سے بچنے کے لیے وزراء، گورنر اور دوسرے اہم افسرانِ حکومت انفرادی بنک کاروں کے یہاں اپنے نقود جمع کراتے تھے۔ ابتداً یہ اہلِ حکومت اپنی ضروریات کے لئے بالتخصیص بنک کاروں کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ جیساکہ جہشیاری کے بیان سے یہ شہادت ملتی ہے کہ منصور کے وزیر خالد برمکی ایک نصرانی جہبند کے پاس اپنی رقمیں جمع کرتے تھے[2]۔

اسی ماخذ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عمر بن مہران (جو ہارون الرشید کے دور میں مصر کے عامل تھے) کے ایک جہبند تھے جو ان کی نقد رقوم کا حساب رکھتے تھے[3]۔ لیکن بعد کے دور میں رقوم کے جمع و تحفظ کی ضروریات نے اس قدر اہمیت اختیار کر لی کہ وزراء و گورنر اور دوسرے اہم افسران ذاتی طور پر اپنے خاص بنک (ناقد یا جہبند) متعین کرنے لگے۔ اہم بات یہ کہ ماخذ میں کچھ وزیروں کے مخصوص بنکروں کے نام بھی ملتے ہیں۔ ان کا ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

سلیمان بن وہب۔ بیت[4]۔ ابن الفرات۔ ہارون بن عمران و جوزف بن فنحاس[5]۔ حامد بن العباس۔ ابراہیم بن یوحنا[6]۔ علی ابن عیسیٰ۔ ابن ابی عیسیٰ۔ ابن بشیر زاد[7]۔ علی بن ہارون۔ ابوعبداللہ البریدی (گورنر اہواز) یعقوب اسرائیل بن صالح اور سہل بن نذیر[8]۔ مذکورہ وزراء میں اول الذکر معتمد کے دور (۸۷۰-۸۹۲) اور بقیہ مقتدر کے زمانہ (۹۰۸-۹۳۲) سے تعلق رکھتے ہیں۔ وزراء اپنے مخصوص بنکروں کے پاس پوشیدہ طور پر رقمیں جمع کرتے تھے۔ اور حسبِ ضرورت نقداً یا چک و رقعہ کے ذریعہ ان سے رقوم حاصل کرتے تھے۔ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے نہ صرف یہ کہ اہلِ مناصب کی دولت محفوظ ہو جاتی تھی بلکہ اس سے انفرادی بنک کاروں کو یہ موقع بھی فراہم ہوتا تھا کہ وہ

---

[1] عباسی دور میں جب کوئی وزیر یا اہم افسر کسی جرم میں ماخوذ ہوتا یا کسی بدعنوانی میں ملوث پایا جاتا تو معزولی کے ساتھ ساتھ اس کا نقدی مال بھی ضبط کر لیا جاتا تھا۔ اسے مالی جرمانہ سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اور اس کے لئے مصادرہ کی اصطلاح رائج تھی۔ (ہلال الصابی، تحفۃ الامراء فی کتاب الوزراء، دمشق ۱۹۵۸ء، ص ۹۰، ۱۴۰، ۱۴۱، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۱ التنوخی الشیر محولا بالا ص ۱۱۴، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۱، ۱۴۲ [2] الجہشیاری ص ۶۷ [3] ایضاً ۱۷۴ [4] ابوعلی محسن التنوخی نشوار المحاضرہ واخبار المذاکرہ دمشق ۱۹۳۰ء۔ الجزء الثامن ص ۵۷ [5] الصابی ص ۹۰، ۹۱، ۳۲۲ تنوخی محولا بالا [6] الصابی ۲۴۸، مسکویہ، تجارب الامم آکسفورڈ ۱۹۲۰ء جلد اول ص ۹۵ [7] الصابی ص ۲۴۵، ۳۱۶ [8] مسکویہ جلد ۲ ص ۸ [9] ایضاً جلد اول ص ۱۵۸، ۳۴۹ جلد دوم ص ۵۲۔

جمع شدہ رقم کو اپنے بنکنگ اعمال کو وسعت دینے میں استعمال کریں۔ اس ذریعہ سے ان کے پاس کس کثیر مقدار میں مالی فنڈ اکٹھا ہو جاتا تھا اس کا اندازہ چند مثالوں سے ہو سکتا ہے۔

سلیمان وہب کی معزولی کے بعد ان کے بنکر لیبث کے پاس ان کی جمع کردہ رقم جو برآمد ہوئی وہ قریباً ۸۰ ہزار دینار تھی[۱] ابن الفرات کی تمام احتیاط کے باوجود حکومت ان کی جمع کردہ رقم کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئی اور یہ رقم ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار کے برابر تھی[۲]

اسی طرح حکومت نے حامد بن العباس کے بنک سے ان کی معزولی کے بعد جو رقم حاصل کی وہ ایک لاکھ دینار تھی[۳] اس کے علاوہ جمع کی جانے والی رقموں کی کثیر مقدار اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ بعض وزیر اور گورنر دو، دو، تین تین بنکر رکھتے تھے۔ مزید برآں یہ امر کہ یہ جہابذہ نہ صرف روپیہ جمع کرنے والے تھے بلکہ باقاعدہ بنکر کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ کہ وزیروں کی آمدنی براہِ راست ان کے پاس وصول ہو جاتی تھی[۴] اور یہ وزراء خود دوسروں کو مالی اعانت بہم پہنچانے کے لئے پالیسی اور مقصد کے تحت اپنے پاس سے رقوم کی ادائیگی کے بجائے اپنے بنک کے نام چیک جاری کرتے تھے[۵] یہ بنکر متعلقہ وزیر کے جمع اور خرچ کا باقاعدہ حساب رکھتے تھے۔ اور مالی فنڈ کے منتظم یا محاسب کی خدمات بھی انجام دیتے تھے[۶]

عباسی دور میں انفرادی بنک کاری کا دوسرا اہم پہلو قرض کے طور پر مالی فنڈ کی فراہمی تھی۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ جہابذہ کے دیگر ذرائع آمدنی کے علاوہ دوسروں کی جمع کردہ نقد رقوم اس بنکنگ عمل کے لئے محرک اور اسے وسعت دینے میں مدد و معاون ثابت ہوئیں۔ معاصر مورخین کے بیانات سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ زوال کے دور میں جب عباسی حکومت معاشی بحران کا شکار ہوئی تو اس نے اس پر قابو پانے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں مثلاً ریونیو فارمنگ (ایک متعین پیشگی رقم کے عوض محاصل کی وصولیابی کے لئے سمجھوتہ کرنا) خالصہ زمینوں کی فروخت، نئے شعبوں کا قیام اور ان کی نیلامی وغیرہ[۷]

اس کے علاوہ بعض تجربہ کار وزیروں نے آمد و خرچ میں توازن پیدا کرنے کے لئے اخراجات میں تخفیف

---

[۱] تنوخی، الجزء الثانی صہ ۷۵، دوری صہ ۱۶۳ [۲] الصابی صہ ۹۱، ۹۹، ۱۴۰، ۱۴۱، مسکویہ جلد ۱ صہ ۱۲۰ تنوخی حوالہ بالا صہ ۲۲، ۲۶، ۳۰ [۳] الصابی صہ ۲۸۴ مسکویہ جلد ۱ صہ ۹۵۔ ان تفصیلات سے ایک دلچسپ پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ وزراء اور دوسرے افسران کی تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود حکومت اکثر ان کے خفیہ اکاؤنٹ کا پتہ لگانے اور جمع کردہ رقم کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی تھی [۴] الصابی صہ ۳۰ [۵] ایضاً صہ ۲۳۲ مسکویہ جلد اول صہ ۱۱۳ [۶] الجہشیاری صہ ۱۷۴

[۷] الیشمر صہ ۱۳۴ تا ۱۳۶

اورعملہ حکومت کی تنخواہ میں کمی وغیرہ جیسے طریقے اپنائے۔ ان سب کے باوجود حکومت کے اپنے وسائل ہنگامی ضروریات اور فوجی اخراجات کی تکمیل کے لئے کافی نہ ہوتے۔ تو مالی فنڈ کی فراہمی کے لئے انفرادی بنک کاروں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ عبدالعزیز دوری کے خیال میں عباسی حکومت نے مقتدر کے زمانہ سے انفرادی بنک کاروں کا سہارا لینا شروع کیا۔ اس سے قبل وہ مزید وسائل کی فراہمی کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کرتی تھی۔[1]

اس بیان کی توثیق مذکورہ خلیفہ کے دور حکومت میں مالی فنڈ کی فراہمی کے لئے وزراء و جہابذ کے درمیان متعدد سمجھوتوں سے ہوتا ہے۔ مزید برآں اس دور میں حکومت کے لئے بنک کاروں کی خدمات کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اس نے اپنے مخصوص بنکر مقرر کئے۔ جو "جہابذ الحضرۃ" کے لقب سے معروف ہوئے اور انہیں دربار میں مختلف قسم کی آسانیاں و مراعات بہم پہنچایئں۔[2]

ان درباری یا سرکاری بنک کاروں میں ہارون بن عمران اور یوسف بن فنحاس کا نام ماخذ میں بار بار آتا ہے۔[3] اور عہد مقتدر کے مختلف وزراء (جو انتظامیہ کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے آمد و خرچ میں توازن پیدا کرنے کے خاص ذمہ دار ہوتے تھے) اور ان بنک کاروں کے مابین قرض کے متعدد معاملات طے ہونے کے حوالے ملتے ہیں۔

مقتدر کے مشہور وزیر ابن الفرات کے بارے میں مختلف ماخذ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی پہلی وزارت کے دوران (۹۰۸-۹۱۱) یہودی جہبذ یوسف بن فنحاس سے یہ معاملہ کیا وہ انہیں اس مقدار میں نقود فراہم کرے۔ کہ وہ اہواز کے عملہ حکومت کی دو ماہ کی تنخواہ ادا کر سکے۔ وزیر نے ضمانت یا سیکورٹی کے طور پر صوبہ اہواز کے آئندہ محاصل کو پیش کیا۔ جس کی وصولی کا حق انہیں حکومت سے سمجھوتہ کے تحت حاصل کیا تھا۔[4] یہ ایک وقتی ضرورت کے تحت درباری بنکر کی جانب سے حکومت کو قرض فراہم کرنے کی مثال تھی۔ جس میں مقروضہ رقوم کی صراحت نہیں ملتی رقم کی وضاحت کے ساتھ طویل المیعاد قرض کی مثال وزیر علی ابن عیسیٰ اور درباری بنک کاروں کے درمیان ایک معاہدہ میں ملتی ہے جو اس کی پہلی وزارت (۹۱۲-۹۱۶) کے دوران مکمل ہوا۔ وزیر نے جب حکومت کے خزانہ

---

[1] تاریخ العراق الاقتصادی محولہ بالا ص ۱۶۳ [2] الصابی ص ۹۰، ۹۱، ۱۷۷ [3] الصابی ۹۰، ۹۳، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۷۷، تنوخی، نشوار المحاضرہ، الجزالثانی ص ۸۱-۸۴-۸۵ مسکویہ جلد اول ص ۴۴، ۶۶، ۷۹، ۸۰

[4] الصابی ص ۱۹۸

سے فوج کو تنخواہ ادا کرنے میں دشواری محسوس کی تو ہارون بن عمران اور یوسف بن فنحاس سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ دونوں حکومت کو ہر مہینہ ایک لاکھ پچاس ہزار دینار مہیا کریں۔ جو انہیں بعد میں صوبہ اہواز کے محاصل سے واپس مل جائے گا۔[1]

یہ سمجھوتہ بظاہر ایک طویل مدت کے لئے معلوم ہوتا ہے لیکن اس سے صاف طور پر یہ نہیں پتہ چلتا کہ کب تک یہ باقی رہا۔ لیکن اسی وزیر نے حکومت کو ہر مہینے دس ہزار دینار فراہمی کے لئے انہیں بنک کاروں سے ایک دوسرا سمجھوتہ کیا۔ ماخذ کی تصریح کے مطابق اس کی میعاد ۱۶ سال تھی۔ اور اس قرض کے لئے حکومت نے ان سفتجات (LTTERS OF CREDIT) کی ضمانت دی جو صوبوں سے وصول ہوئے تھے۔ لیکن ان کے عوض نقد حاصل کرنے کی مدت ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔[2]

درباری بنک کاری کی جانب سے حکومت کو قرض فراہم کرنے کی ان چند مثالوں سے جو اہم باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ کہ جدید دور کی مثل اس وقت بھی قرض کے حصول کے لئے سیکوریٹی یا ضمانت کا طریقہ رائج تھا اور وقتی ضرورت کے علاوہ طویل مدت کے لئے بھی قرض کے معاملے طے کئے جاتے تھے۔

جمع رقوم اور فراہمی قرض کے علاوہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو رقوم کی منتقلی یا ارسال زر بھی انفرادی بنک کاروں کے دائرہ عمل میں شامل تھا۔ خطرات سفر اور بار تحمل سے بچنے کے لئے تاجروں کے ذریعہ ایک شہر سے دوسرے شہر نقد رقوم بھیجنے کا طریقہ مسلم ممالک میں پہلی صدی ہجری ہی سے رائج تھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (وفات ۶۸ ھ) اور عبداللہ ابن زبیر (وفات ۷۳ ھ) کی بابت روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ وہ مکہ میں مسافروں اور تاجروں کی نقد رقوم جمع کر لیتے تھے اور کوفہ و بصرہ میں (جہاں وہ اپنی رقوم بھیجنا چاہتے تھے) ان کی ادائیگی کے لئے اپنے شرکا تجارت یا نمائندوں کے نام خط لکھ دیا کرتے تھے۔[3]

بعد کے دور میں ارسال زر کے اس سادہ سے طریقہ نے اور ترقی کی اور عام تاجروں کے بجائے ان کا ایک مخصوص طبقہ یا انفرادی بنک کار اسے قابل عمل بنانے اور آگے بڑھانے میں مصروف ہوئے۔ اس کے کچھ اصول و ضوابط بنائے گئے اور اس کے لئے سفتجہ[4] کی خاص اصطلاح رائج ہوئی جو بالعموم بل آف ایکس چینج یا لیٹر آف

---

[1] الصابی ص ۹۲، تنوخی، نشوار المحاضرہ، الجزء الثامن ص ۲۳، ۲۴ [2] الصابی، تنوخی ص ۲۵، ۲۶ [3] محمد بن احمد السرخی، المبسوط، مطبعۃ السعادۃ القاہرہ۔ الجزء الرابع عشر ۳۶، ۳۷ ڈاکٹر صالح احمد العلی التنظیمات الاجتماعیۃ والاقتصادیۃ فی البصرہ فی القرن الاول من الہجری بغداد ۱۹۵۳ء ص ۲۶۴ [4] سفتجہ (جمع سفاتج) فارسی کا لفظ سفتہ کا معرب ہے۔ اس کے لفظی معنی محکم و مضبوط شئی کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر یہ ایک متعین رقم کی (باقی اگلے صفحہ پر)

کریڈٹ کے ہم معنی قرار دیا جاتا ہے۔ اگرچہ سفتجہ کے طریقہ سے واقفیت اور اس پر عمل آوری عہد عباسی سے پہلے موجود تھی[1] لیکن مسافروں، تاجروں و اہل حکومت میں اس کی مقبولیت اور اس کے استعمال کی وسعت عباسی دور کی مرہون منت ہے۔ ارسال زر کے اس طریقہ کے تحت معمول یہ تھا کہ ایک مقام سے دوسرے مقام ارسال زر کے طلب گار مقامی بنک کار کے پاس اپنی رقوم جمع کر دیتے تھے۔ یہ بنک کار جمع کرنے والے کے مطلوبہ شہر میں اپنے یا اس کے نامزد شخص کو ادائیگی کے لئے ایک تحریری ہدایت یا حکم نامہ (سفتجہ) جاری کرتا تھا۔ اسے ہم جدید دور کی اصطلاح میں ٹریولنگ چیک، بنک ڈرافٹ یا پوسٹل آرڈر سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس دور کے تاریخی و ادبی لٹریچر میں سفتجہ کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان سے بخوبی اس کے استعمال کی نوعیت اور انفرادی بنک کاری کی وسعت واضح ہوتی ہے۔

دسویں صدی عیسوی کے واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے محسن تنوخی نے ایک مسافر کا ذکر کیا کہ مشرق سے اسپین طویل سفر کے دوران اس کے پاس کچھ نقد تھا اور باقی پانچ ہزار دینار سفتجہ یا بل آف ایکس چینج کی صورت میں تھا[2]۔ اسی ماخذ میں ایک عورت کا قصہ مذکور ہے کہ اس نے اپنے شوہر سے (جو کسی دور دراز علاقے میں رہتا تھا) سفتجہ کے ذریعہ دو سو دینار وصول کئے[3]۔

بصرہ میں تجارت کے ایک اہم مرکز دارالزبیر سے منسلک ایک تاجر کا اپنا تجربہ مذکورہ مؤلف کی ایک دوسری کتاب میں منقول ہے۔ کہ وہاں پہنچنے کے بعد ایک مسافر نے اپنے سفتجہ کا غذات اس کے پاس جمع کئے اور اس

بقیہ ص۴۸ ایک طے شدہ مقام پر ادائیگی کے لئے حکم نامہ یا ہدایت نامہ کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ جو ایک شخص کی جانب سے دوسرے کے لئے جاری کیا جائے۔ مزید لغوی وضاحت کے لئے ملاحظہ کیجئے عبدالرشید فرہنگ رشیدی کلکتہ ۱۸۷۵ء جلد دوم ص ۲۴۔ القاموس المحیط، محولہ بالا ص ۱۹۴۔ اقرب الموارد، محولہ بالا الجزء الاول ص ۵۱۹ محمد اعلیٰ تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون۔ کلکتہ لیتھو پریس ۶۳۶-۶۳۷

[1] سفتجہ کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث منسوب ہے لیکن ناقدین حدیث نے عموماً اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے جمال الدین ابو محمد عبداللہ الزیلعی نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ، المجلس العلمی، سورت ۱۹۳۸ء ص ۶۰ ڈاکٹر صالح احمد العلی کے خیال میں اس کا چلن پہلی صدی ہجری میں موجود تھا۔ (التنظیمات الاجتماعیہ والاقتصادیہ، محولہ بالا ص ۲۶۴) بہرحال دوسری صدی ہجری سے اس پر فقہی بحثیں شروع ہوئیں۔ اس سے اس دور سے اس کا رواج پانا یقینی معلوم ہوتا ہے۔ سفتجہ پر اولین بحث کے لئے دیکھئے امام محمد بن حسن الشیبانی کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ حیدرآباد ۱۹۶۲ء جزء ثانی ص ۷۰۹ [2] محسن التنوخی الفرج بعد الشدۃ قاہرہ ۱۹۰۴ء، جزء ا ص ۱۰۳ [3] ایضاً

شہر میں قیام کے دوران وہ روزانہ اس کے یہاں آتا اور اپنی ضرورت کے مطابق نقد لے جاتا۔ یہاں تک کہ سفتجہ میں مندرجہ تمام رقم ختم ہوگئی۔[1]

اس دور میں ارسال زر کے اس طریقہ کا رواج اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نقدی نذرانے و تحائف ایک مقام سے دوسرے مقام تک بھیجنے کے لئے بھی یہ مستعمل تھا۔[2]

سفتجہ کے اس عام استعمال کے علاوہ حکومت کے اپنے کاموں کے لئے اس طریقہ کو اپنانے کی وجہ سے مزید رواج ملا۔ حکومت نے ایک مقام سے دوسرے مقام محاصل کی رقوم منتقل کرنے کے لئے نقدی بنک کاروں کی فراہم کردہ اس سہولت سے فائدہ اٹھایا۔ اس مقصد کے لئے سفتجہ کے استعمال کی مثالیں اموی دور حکومت میں بھی پائی جاتی ہیں۔[3] لیکن صوبوں کے مختلف علاقوں سے اس کے صدر مقام اور پھر صوبوں سے مرکز محاصل کی رقوم بھیجنے کے لئے وسیع پیمانہ پر اس نظم پر درآمد عباسی دور کی یادگار ہے۔ اس سے قبل عہد مقتدر کے ایک وزیر علی ابن عیسیٰ کی بابت یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے درباری جہابذہ سے قرض لیتے وقت ان سفاتج کو بطور ضمانت پیش کیا تھا جو صوبوں سے موصول ہوئے تھے۔ لیکن متعینہ مدت کے پورے نہ ہونے کی وجہ سے انہیں داخل نہیں کیا گیا تھا۔[4] مزید برآں ان کے پیش رو محمد بن عبید اللہ خاقانی کے بارے میں عام شکایت یہ تھی کہ وہ صوبوں سے موصول ہونے والے سفتجہ کے کاغذات پر توجہ نہیں دیتے اور کئی کئی روز تک یوں ہی بند پڑے رہتے ہیں۔[5]

مشہور تاریخ نویس مسکویہ سنہ ۹۱۹ء کے حالات کے ضمن میں مرکزی بیت المال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں فارس، اصفہان، اہواز اور دوسرے صوبوں سے موصول ہونے والے محاصل کی کثیر مقدار سفاتج کی صورت میں موجود تھیں۔[6] اس کے علاوہ دسویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی میں عباسی حکومت کے محاصل کا تخمینہ بیان کرتے ہوئے یہ ذکر کیا کہ ۹۲۵ء میں مرکزی حکومت نے مصر و شام سے محاصل کی مد میں ایک لاکھ سینتالیس ہزار دینار سفتجہ کے ذریعہ وصول کئے۔[7] معاصر ماخذ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد کے دور میں بھی اہل حکومت میں یہ طریقہ مقبول رہا۔

تیرھویں صدی عیسوی کے ایک مصنف ابن سعید المغربی مصر کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں کے گورنر کو جب بھی کوئی رقم بغداد وزیر کے یہاں بھیجنی ہوتی ہے تو وہ اس شہر میں اپنے ایجنٹ کے نام لیٹر آف کریڈٹ روانہ کر دیتے ہیں جو اس کے عوض تحریر کردہ رقم وزیر کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔[8]

---

[1] نشوار المحاضرہ و اخبار المذاکرہ، محولہ بالا جزء ثانی صفحہ ۱۴۰ [2] الفرج بعد الشدۃ جزء ثانی صفحہ ۱۰۴ [3] الجہشیاری محولہ بالا صفحہ ۹۶
[4] الصابی صفحہ ۹۳ [5] ایضاً صفحہ ۲۸۶ [6] مسکویہ جلد ا صفحہ ۱۰ نیز دیکھئے ایضاً صفحہ ۱۰۱ [7] مسکویہ جلد ا صفحہ ۱۲۶، الصابی صفحہ ۲۱۳
[8] علی ابن سعید المغربی، کتاب المغرب عن حلی المغرب لیڈن ۱۸۹۷ء صفحہ ۳۲

عباسی دور میں محاصل کی رقوم بھیجنے کے لیے سفتجہ کا کثرت استعمال اس سے بھی بخوبی واضح ہوتا ہے کہ صوبوں سے مرکز سفتجہ کے ذریعہ آمدات بھیجنے کے لئے مخصوص آفیسر مقرر کیے جاتے تھے جو فیج کے نام سے معروف تھے[1]

اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے ماخذ میں تجارتی مقاصد کے لئے سفتجہ کے استعمال کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ لیکن اس امکان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ تاجروں نے اس سے ضرور فائدہ اٹھایا ہو گا اس لئے کہ دور دراز علاقوں سے خرید و فروخت کے معاملات طے کرنے اور تجارتی مقاصد کے لیے سفر کے خطرات سے محفوظ رہتے ہوئے نقود کو ایک مقام سے دوسرے مقام منتقل کرنے میں اس نظم کی وجہ سے جو سہولتیں فراہم ہوئیں وہ بالکل ظاہر ہیں۔ اور پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ تاجروں کی ضروریات یا دور دراز علاقوں سے تجارت کی مشکلات ہی اس طریقہ کے ایجاد کا باعث بنیں[2] اس لئے تجارتی حلقوں میں اس کا رواج نہ پانا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ مزید برآں تاریخی کتب میں سفتجہ کے ذریعے دوسرے مقام پر بیع کے عام معاملات طے ہونے کی بعض مثالیں ملتی ہیں۔

الجہشیاری کے بیان کے مطابق منصور کے زمانہ خلافت میں کوفہ کے ایک شخص نے بصرہ میں اپنے ایک دوست کے ذریعہ ایک رہائشی مکان خریدا۔ اور اس کی قیمت نقد ادا کرنے کے بجائے سفتجہ کی وساطت سے روانہ کی۔[3] اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہو گا کہ اس دور میں تاجروں نے بھی اپنے کاروباری مقاصد کے لئے اس کا بھرپور استعمال کیا ہو گا۔ کسی ایک خاص طبقہ کے بجائے مختلف طبقے کے لوگوں میں اس کے رواج پانے کی دلیل اس سے بڑی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ مفتاح العلوم (عباسی دور میں مرتب کی گئی مصطلحات کی ایک مختصر قاموس) کے مؤلف نے لفظ سفتجہ کی وضاحت ضروری نہ سمجھی۔ اور اس کے آگے صرف "معروف" لکھ کر چھوڑ دیا[4]

دور تجربات کے نتیجہ میں اس نظم کے ترقی کرنے کی شہادت اس سے ملتی ہے کہ یہ کچھ خاص اصولوں کے تحت رائج تھا۔ مثلاً سفتجہ کے جاری ہونے کے بعد ایک متعینہ مدت کے بعد ہی اسے نقد میں تبدیل کیا جا سکتا تھا۔[5] اگر صاحب سفتجہ اس مدت سے قبل اسے بھنانا چاہتا تو اسے زر تخفیف ادا کرنا ہوتا تھا[6] اس مدت کے گزرنے کے بعد مندرجہ رقم کو بیک وقت یا بالاقساط لیا جا سکتا تھا[7] عام لوگوں کے لئے سفتجہ کے طریقہ کو قابل عمل بنانے میں تاجر یا صراف یا جہبند سہولتیں بہم پہنچاتے تھے۔ حکومت کے لئے ان کے اپنے درباری بنک کار یہ

---

[1] مسکویہ جلد ۱ صہ ۱۵۰ [2] ماہرین لغت اور فقہا نے اس کی تشریح کرتے وقت مثال کے طور پر تاجروں کے ذریعہ اس کے استعمال کا ذکر ہے تفصیل کے لیے راقم الحروف کا مضمون سفتجہ کی شرعی حیثیت پڑھئے [3] الجہشیاری محولہ بالا صہ ۱۶۵

[4] محمد خوارزمی مفتاح العلوم بیریل ۱۹۶۸، صہ ۶۳ [5] الصابی صہ ۳۴۹ تنوخی الجزء الثانی صہ ۱۳۱ [6] الصابی صہ ۳۴۹ [7] تنوخی محولہ بالا صہ ۱۳۱۔

عدمت انجام دیتے تھے۔

عباسی دور میں بنکنگ سرگرمیوں کا ایک اور پہلو مختلف اغراض ومقاصد کے لیے نقد ادائیگی کے بجائے چک اور رقعہ کا استعمال تھا۔ ادائیگی کے اس طریقہ کو قابل عمل بنانے اور اسے رواج دینے میں بھی انفرادی بنک کاروں کا خاص رول تھا۔ اس کے استعمال کی ابتداء عام طور پر اسلامی تاریخ کے اولین دور یا پہلی صدی ہجری سے منسوب کی جاتی ہے[1] لیکن خرید و فروخت کے معاملات طے کرنے، مالی مدد فراہم کرنے اور حکومت کی جانب مستحقین کو وظائف دینے اور افسران حکومت کو تنخواہ دینے کے لیے اس کا رواج عباسی دور میں شروع ہوا۔ اس سے قبل یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اصحاب ثروت بالخصوص حکومت کے متعلقین انفرادی بنک کاروں کے پاس اپنی رقمیں جمع کرتے تھے۔ یہ حضرات اپنی نجی ضروریات کے وقت یا کسی کو دینے کے لیے ان کے نام اکثر چک جاری کرتے تھے۔ بنکر بلا خوف و خطر اسے تسلیم کرتے تھے اور اس کے عوض مندرجہ رقوم متعلقہ شخص کے حوالہ کر دیتے تھے۔ صاحب کتاب الوزراء ہارون رشید کی بابت کہتے ہیں کہ خلیفہ نے اپنے وزیر فضل بن یحییٰ کی سفارش پر امام محمد بن ابراہیم پر انعام اکرام کیا اور نقد کی بجائے چک کی صورت میں ایک لاکھ درہم پیش کیا۔[2]

عہد معتمد کے وزیر سلیمان بن وہب اور ان کے بیٹے عبد اللہ کے خاص بنکر لیث تھے۔ تنوخی کے بیان کے مطابق یہ اپنی ضروریات کے لیے لیث کے نام چیک جاری کیا کرتے تھے۔[3]

مقتدر کے دور کے وزیر ابن الفرات کے بارے میں دوسرے ماخذ سے یہ شہادت فراہم ہوتی ہے کہ ان سے اپنے پیشرو اور معزول وزیر علی ابن عیسیٰ کی مالی اعانت کے لیے دو ہزار دینار کا چک بھیجا جو کہ اس کے بنکر ہارون بن عمران کے نام جاری کیا گیا تھا۔[4] مزید برآں اسی وزیر کی بابت یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ اس نے اپنی تیسری وزارت کے دوران ۹۲۳ء میں ابن ابی البغل نامی ایک شخص کے لیے تین ہزار دینار کا چک جاری کیا تاکہ وہ اپنی ضروریات رفع کر سکے۔[5]

مسکویہ بویہہ کے امیر سیف الدولہ کے ۹۴۱ء میں بغداد کے سفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اس سفر کے دوران بنی خاقان کے بعض نوجوانوں نے بغیر پہچانے ہوئے ایک اجنبی کی حیثیت سے ان کی کافی خاطر تواضع کی۔ اس عمل سے خوش ہو کر مذکور امیر نے انہیں رخصت کے وقت سو دینار کے چک سے نوازا۔[6]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے دوری، التنظیمات الاجتماعیہ والاقتصادیہ، محولہ بالا ص ۱۷۷، ۱۷۸ [2] الجہشیاری ص ۱۵۱

[3] تنوخی، محولہ بالا ص ۵۰ [4] الصابی ص ۳۳۲، مسکویہ جلد اول ص ۱۱۳ [5] الصابی ص ۸۴

[6] مسکویہ جلد دوم ص ۲۳۹۔

عباسی دور بالخصوص چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) میں چیک کے استعمال کی کثرت پر مزید ثبوت صاحب ارشاد الاریب یاقوت الحموی کی تحریروں سے فراہم ہوتا ہے۔ انہوں نے اہل ذوق اور علم دوست دولتمندوں کی جانب سے شاعروں اور مغنیوں کو نقد کے بجائے چیک کی صورت میں نوازنے کی متعدد مثالیں بیان کی ہیں[1] مشہور مورخ و جغرافیہ داں مسکویہ اور ابن حوقل کے بیانات سے عباسی دور میں عرب و افریقی ممالک میں چیک کے کثرت استعمال کی مزید تصدیق ہوتی ہے[2] معاصر ماخذ کی تفصیلات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت بعض اوقات فوجیوں کو تنخواہ دینے یا مستحقین کو وظائف عطا کرنے کے لئے اسی طریقہ ادائیگی کو ترجیح دیتی تھی[3] ایرانی سیاح ناصر خسرو نے اپنے سفر نامہ میں بعض دوستوں سے چیک وصول کرنے کا اپنا ذاتی تجربہ بیان کیا ہے[4] اور مصر کی جامع مسجد پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کے زائرین میں خصوصیت کے ساتھ کاتبان چیک کا ذکر کیا ہے[5] یہ تمام واقعات و بیانات عباسی دور میں چیک کے کثرت استعمال اور رواج کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں اور ان سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انفرادی بنک کار ہی اس کام میں ممد و معاون ثابت ہوتے تھے۔ حکومت کے اپنے چیک درباری بنکروں یا بیت المال کے نام تحریر کئے جاتے تھے جب کہ عام اصحاب ثروت ان بنک کاروں کا حوالہ دیتے تھے جن کے یہاں ان کی رقوم جمع ہوتی تھیں۔

عباسی دور کی انفرادی بنک کاری پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ ذکر اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ اس پیشہ کو اختیار کرنے والوں میں اکثریت یہودیوں اور عیسائیوں کی تھی۔ عبد العزیز دوری کے خیال میں تیسری صدی ہجری کے آخر تک اکثر جہابذہ و صراف عیسائی تھے۔ چوتھی صدی سے ان مشاغل میں یہودیوں کو غلبہ حاصل ہوا[6] بہر حال ماخذ میں اس دور سے متعلق جن بنک کاروں کا حوالہ ملتا ہے ان میں اکثریت یہودیوں کی نظر آتی ہے جیسا کہ مقدسی کے اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

"اکثر جہابذہ و صراف یہودی ہیں اور اطباء میں اکثریت نصاریٰ کی ہے"[7]

ماخذ سے یہ ثبوت بھی بہم پہنچتا ہے کہ یہ بنک کار سفتجہ کے عوض نقد دیتے وقت یا چیک کے بھناتے وقت زر تحقیقت یا کمیشن کے طور پر اصل رقم سے فی دینار ایک درہم کے حساب سے کاٹ لیتے تھے[8] ان بنک کاروں

[1] یاقوت الحموی ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب لیڈن ۱۹۰۷، جلد ۱ صفحہ ۳۸۵، ۳۹۹ [2] ابن حوقل، کتاب المسالک والممالک لیڈن ۱۸۷۳ء صفحہ ۴۲، ۷۰، ۱۷۰، ۹۹ مسکویہ جلد دوم صفحہ ۸۰ [3] مسکویہ ج ۳ صفحہ ۴۶ الصابی صفحہ ۸۹، ۲۵۷ [4] ناصر خسرو سفرنامہ پیرس ۱۸۸۱ء صفحہ ۶۴ [5] ایضاً [6] دوری محولہ بالا صفحہ ۱۷۳ [7] القدسی، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم بیروت ۱۹۰۶ء، صفحہ ۱۸۴ نیز دیکھئے ابو یوسف کتاب الخراج القاہرہ ۱۳۵۲ھ صفحہ ۱۳۳ تاریخی ماخذ میں مسلم صرافوں یا جہبذوں کے بعض حوالے بھی ملتے ہیں ابن الاثیر جلد نہم صفحہ ۱۴۷ یاقوت الحموی صفحہ ۱۳۵ تنوخی ج ۱ صفحہ ۲۷۲ مسکویہ ج ۲ صفحہ ۳۰ [8] تنوخی ج ۱ صفحہ ۱۲ یاقوت الحموی ج ۱ صفحہ ۳۹۹ مسکویہ ج ۲ صفحہ ۲۲۹

جانب سے بنکنگ سروس کے عوض معاوضہ وصول کرنے کا دستور اس سے بھی صحیح ہوتا ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں عباسی حکومت کے عائد کردہ محاصل کی فہرست میں مال جہبذہ کا ذکر ملتا ہے۔ قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اس کی مد آمدنی کو اپنے مخصوص بنک کاروں کی خدمات کا معاوضہ دینے میں صرف کرتی تھی[1] مزید برآں بعض مورخین نے جہابذہ یا انفرادی بنک کاروں کی کثیر دولت کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے[2] اس میں یقیناً دیگر ذرائع آمدنی کے ساتھ بنک کاری کے مشاغل سے حاصل ہونے والے منافع بھی شامل رہے ہوں گے۔

عباسی دور میں جہابذہ وصراف بنیادی طور پر انفرادی حیثیت میں بنک کاری کے مشاغل انجام دیتے تھے۔ لیکن ان کی بعض بنکنگ تنظیم یا فرم کا محدود تصور بھی ملتا ہے۔ بغداد کے دونوں مشہور بنکروں ہارون بن عمران اور یوسف بن فنحاس کا مشترکہ کاروبار کچھ اسی نوعیت کا تھا ان کے نمائندے و ایجنٹ مختلف شہروں میں موجود تھے۔ اور ان کی وساطت سے وہ تجارتی کاروبار کے علاوہ بنکنگ مشاغل بھی انجام دیتے تھے۔ اور اشتراک عمل کی وجہ سے بالعموم "الجہبذان الیہودان" کے لقب سے معروف تھے۔ اور ماخذ میں بھی یہ اکثر اسی نام سے ذکر کئے جاتے ہیں[3]

دلچسپ اور اہم بات یہ کہ حکومت بھی انہیں ایک فرم کی حیثیت سے تسلیم کرتی تھی۔ قرض کے لین دین کا مسئلہ پیش ہوتا یا اور کوئی معاملہ ہوتا تو دونوں دربار میں طلب کئے جاتے۔ اور دونوں کو مشترکہ طور پر معاہدہ میں شریک کیا جاتا۔ مزید برآں خلاف ورزی کی صورت میں دونوں ہی تادیبی کارروائی کے موجب قرار دئے جاتے[4] ان کی فرم کی نوعیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ حکومت کے ساتھ معاہدوں میں ان دونوں کے ساتھ ان کے ورثہ و نمائندوں کو بھی شریک تصور کیا جاتا تھا[5]۔ اور وہ بھی اس کے نکات کی پابندی کے ذمہ دار قرار دئے جاتے تھے[6] اس کے علاوہ مصر کے سہل برادران (یا بنو سہل) عباسی دور کی دوسری بنکنگ فرم سے تعبیر کئے جا سکتے ہیں۔ ظاہر و مستنصر کے زمانہ میں یہ دربار کے بنکر مقرر ہوئے تھے۔ اور حکومت کے لئے مشترکہ طور پر بنکنگ خدمات انجام دینے کے علاوہ ایک فرم کی حیثیت سے دوسروں کو بھی بنکنگ سہولیات بہم پہنچاتے تھے[7]

---

[1] الصابی صہ ۹۳، ۲۷۷، ۳۱۶، مقریزی، کتاب الخطط والآثار، بولاق ۱۲۷۰ھ ج ۱ صہ ۳۷۲، القمی تاریخ قم، تہران صہ ۱۴۹، ۱۵۱، ادیپ بحوالہ بالا صہ ۴۹ [2] جہشیاری صہ ۷۹ [3] الصابی صہ ۷۹، ۸۱، ۸۷، ۹۱، ۱۷۷، تنوخی، الجزء الثانی صہ ۸۱، ۸۲، یاقوت الحموی صہ ۷۴۔ مسکویہ جلد اول صہ ۱۲۸ [4] الصابی صہ ۹۲، ۹۳، ۱۹۸۔ تنوخی الجزء الثانی صہ ۲۳، ۲۶ [5] الصابی ۹۲۔ ۹۳۔ تنوخی صہ ۲۳۔۲۵ مسکویہ جلد اول صہ ۱۲۸ [6] مسکویہ ۴۹ [7] مقریزی جلد اول صہ ۳۵ تا ۴۲۴۔

بنکنگ تنظیم یا فرم کی ان بنیادی شکلوں کے علاوہ عباسی دور میں بنکنگ سرگرمیوں پر یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ اس وقت بڑے بڑے شہروں میں بعض محلہ جات جہبذ وصرافین یا بنک کاروں کے لئے مخصوص ہوتے تھے۔ بغداد کے مشہور بازار کرخ میں ان کا مرکز درب العون یا عون اسٹریٹ تھا۔[1] اس سے قبل بصرہ کی بندرگاہ کے قریب مشہور تجارتی مرکز دارالبربر کا ذکر کیا جا چکا ہے جہاں سفتجہ کے ذریعہ رقوم کی منتقلی اور سفتجہ یا بل آف ایکسچینج کو نقد میں تبدیل کرنے کا بھی انتظام تھا۔[2] ناصر خسرو نے اصفہان کے حالات کے ضمن میں درج کیا ہے کہ ان سے وہاں تقریباً دو سو افراد کو دیکھا جو مختلف بنکنگ اعمال میں مصروف تھے۔[3]

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عباسی دور میں نقود کی تجارت کا کام خاص ارکان ناقد، جہبذ و صراف تھے۔ یہ جمع رقوم فراہمی فنڈ اور سفتجہ کے ذریعہ ادائیگی وغیرہ جیسے امور انجام دیتے تھے۔ جو آج بھی ترقی یافتہ صورت میں بنکنگ اعمال کا حصہ ہیں۔ انفرادی بنک کاری سے مختلف پہلوؤں سے عام مسافر، تاجر اور اہل ثروت فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور حکومت بھی اپنے کاموں کے لئے ان کی سرپرستی استعمال کرتی تھی۔ انفرادی بنک کاری کے جائزہ سے ایک دلچسپ پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ اس میں وسعت و ترقی اس دور میں رونما ہوئی جب کہ حکومت زوال کا شکار ہو رہی تھی۔ اس کی ظاہری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ زوال کے دور میں جب حکومت معاشی بدحالی سے دوچار ہوئی۔ آمد و خرچ میں توازن کے لئے مزید وسائل درکار ہوئے تو ان کی تکمیل کے لئے اور ہنگامی ضروریات کے وقت مالی فنڈ کی فراہمی کے لئے ان کی خدمات زیادہ سے زیادہ حاصل کی گئیں۔ اور اس مقصد کے تحت انفرادی بنک کاروں کو سہولتیں بھی کافی فراہم کی گئیں ان اسباب سے ان کے بنکنگ مشاغل کا دائرہ کار وسیع ہوا۔ اور دوسری جانب ان کی سرگرمیوں میں اضافہ کی وجہ سے تجارتی اور کاروباری حلقہ میں بنکنگ اعمال کو اور رواج ملا۔ یہاں تک کہ یہی آئندہ کے ترقی یافتہ بنکنگ نظام کی بنیاد بن گئے۔

---

[1] مسکویہ جلد اول ص ۱۴۷/۱۴۸، تنوخی الجزء الاول ص ۲۰۴، یاقوت الحموی جلد اول ص ۳۹۹ الجہشیاری ص ۱۸۰ نے اسی کو درب الصیارفہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ [2] تنوخی الجزء الثانی ص ۱۳۱ [3] سفرنامہ ص ۱۲۳

Adarts CAR-2/84